# مسجودِ ملائک

حسن الدین احمد

نواب مانڈور خاں کی شادی
کے موقعے پر
بہادر یار جنگ اپنے والد اور بھائیوں
کے ساتھ

(دائیں سے بائیں)
نواب نصیب یار جنگ (کرسی پر)
بہادر یار جنگ، دولت خاں
مانڈور خاں (نوشہ)

"میری منزل مسلمانوں کو منفرداً اور جماعت اسلامیہ کو مجتمعاً منہاجِ نبوت پر دیکھنا ہے۔ میرا عمل، میری مجلس کی قرار دادیں اور میری تقاریر اسی اجمال کی تفصیل ہیں، گو ہمتِ عالی کے نزدیک یہ منزل بھی سنگِ میل ہے اور حقیقی منزل تاجِ خلافتِ الٰہیہ کا زیبِ سر کرنا اور فرشتوں کو اپنے سامنے سجدہ ریز دیکھنا ہو سکتا ہے۔"

سرحد نژاد، طویل قامت، دوہرا بدن، خدوخال سے

معمر، قربی سے معتبر اور لباس سے معزز اعوام کے

بے تاج بادشاہ اور عظیم خطیب۔

تاریخ عالم میں جو بڑے بڑے خطیب گزرے ہیں، اُن میں بلاشبہ محمد بہادر خاں کا شمار ہو سکتا ہے۔ خطابت اُن کی عظیم شخصیت کا جزو تھی۔ خطابت کو اُن کی شخصیت سے اور اُن کی شخصیت کو خطابت سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اردو زبان کو انھوں نے خطابت کی انتہائی بلندیاں عطا کیں، عام طور پر محمد بہادر خاں کو ایک عظیم خطیب کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے لیکن وہ ایک عظیم تر انسان تھے۔

ایک دن میلاد النبیؐ کے جلسے کو مخاطب کر رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام شریکِ محفل تھے اور تقریر کو عقیدت سے سُن رہے تھے۔ یکایک محمد بہادر خاں نے للکارا "اے محمدِ عربیؐ کے تاج پوش غلام سُن اور مجھ سے سُن کہ آئینِ جہاں بانی کیا ہے"۔ اور پھر سرکارِ دو عالمؐ کے بتلائے ہوئے حکمرانی کے اصولوں کو بیان کیا۔ اُسی دن محمد بہادر خاں سے نواب بہادر یار جنگ ہو گئے۔

دو قومی نظریے کی حمایت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "اگر پاکستان بہ التجا نہیں مل رہا تو ہم بزور حاصل کریں گے" اور پھر گریز کرتے ہوئے مسلم لیگ کی پلاننگ کمیٹی سے مطالبہ کیا کہ "وہ ایسی تجاویز مرتب کرے جو اسلامی دستورِ حیات، اسلامی نظامِ تعلیم اور اسلامی معاشی نظام کے رائج کرنے میں مددگار ہوں"۔ اور پھر قائدِ اعظم کو مخاطب کر کے کہا" قائدِ اعظم! میں نے پاکستان کو اسی طرح سمجھا ہے۔ اگر آپ کا پاکستان یہ نہیں ہے تو ہم ایسا پاکستان نہیں چاہتے"۔[1]

محمد بہادر خاں کا سلسلۂ نسب قدیم افغانی قبیلہ مندوزئی سے ملتا ہے۔ اُن کے اجداد نے احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں ہندوستان کا رخ کیا تھا۔ اِس قبیلے نے حضرت سید محمد مہدی جونپوری کے دعوئے مہدویت کو قبول کیا تھا۔ محمد بہادر خاں کے والد نواب محمد نصیب خاں المخاطب بہ نواب نصیب یار جنگ ثالث اور دادا نواب محمد دولت خاں المخاطب بہ نصیب یار جنگ ثانی اور پڑدادا نواب محمد بہادر خاں فرزند نواب محمد دولت خاں تھے۔

محمد بہادر خاں کے مورثِ اعلیٰ کو سلطنتِ آصفیہ کی جانب سے ... اور ضلع نلگنڈہ میں مواضعات کنڈور درکٹ پلی اور ریگڈ کرماپلی بطورِ جاگیر عطا ہوئے تھے۔

محمد بہادر خاں ۳ فروری ۱۹۰۵ء کو شہر حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ابھی چھ دن ہی کے تھے کہ اُن کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی نانی نے اُنھیں پالا پوسا۔ اٹھارہ برس کے تھے کہ ان کے والد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ کمسن بہادر خاں پر جاگیر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ترکے میں پانچ لاکھ کا قرضہ بھی ملا۔

ان کی نانی نیک، دیندار اور خدا ترس خاتون تھیں۔ مذہبی فرائض کی ادائی کا خاص خیال رکھتی تھیں۔

..............................

[1] ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسِ کراچی میں کی گئی تقریر۔

اگر کسی دن بہادر خاں تلاوت نہ کرتے تو کہتیں "آج تم نے اللہ سے باتیں نہیں کیں، میں تم سے بات نہ کروں گی۔"

بہادر خاں کی ابتدائی تعلیم مدرسۂ عالیہ اور مفید الانام میں ہوئی۔ اس وقت منشی اور مولوی کامیاب طلبہ صرف انگریزی کا امتحان دے کر میٹرک کی سند حاصل کر سکتے تھے۔ بہادر خاں نے انگریزی کا درس کے لئے دار العلوم میں شرکت کی۔ شریف حسین (جو بعد کو جامعۂ عثمانیہ میں ورزشِ جسمانی کے انسٹرکٹر مقرر ہوئے تھے)، احمد عبد اللہ مسدوسی، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اور سید ابراہیم خاں ان کے ساتھ تھے۔ دوپہر کے وقفے میں کشتی اور پنجہ کشی بہادر خاں اور شریف حسین کا مشغلہ تھا۔ میٹرک کا امتحان دینے سے قبل ہی سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا۔ خانگی طور پر مولوی سعادت اللہ خاں اور مولوی سید اشرف شمسی سے جو تفسیر، فقہ اور حدیث کے جید عالم تھے، تعلیم حاصل کی۔ والد کے انتقال پر بہادر خاں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا لیکن انھوں نے نہایت صبر و استقلال سے آٹھ دس سال کے عرصے میں جاگیر کی پیچیدگیوں کو سلجھا کر رفتہ رفتہ قرضے سے نجات حاصل کر لی۔

۱۹۳۱ء میں اپنے خاندان کے اسّی افراد کے ساتھ حج کیا۔ اس سال حکومتِ آصفیہ کی جانب سے اُن ہی کو حجاج کا قافلہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔

فریضۂ حج سے فارغ ہونے کے بعد محمد بہادر خاں نے چھ ماہ تک بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا اور ان ممالک کے سیاسی، مذہبی، اقتصادی، معاشرتی حالات کا بغور مطالعہ کیا۔

واپسی کے بعد بہادر خاں نے اپنی پوری توانائی تبلیغ کے لئے صرف کی۔ صدر انجمنِ اسلامیہ نے تبلیغی مہم کا آغاز کیا تو بہادر خاں نے تنہا اپنی کوششوں سے بیس ہزار غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ اس کے خلاف سخت مقاومت ہوئی اور انگریزوں کے اشارے پر تبلیغی کام کو روک دیا گیا۔

اس کے بعد حیدرآباد کے مسلمانوں نے مجلسِ اتحادِ المسلمین کا احیا کیا جس کا مقصد دکن کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت تھی۔ محمد بہادر خاں نے مجلس سے وابستگی اختیار کی اور ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک ریاست کے چپے چپے میں تقریریں کر کے سیاسی ہلچل پیدا کر دی اور اضلاع میں مجلسِ اتحاد المسلمین کی شاخیں کھول دیں اور اس میں ایسی تنظیم پیدا کی کہ ہندوستان کی کوئی دوسری تحریک اس کا جواب پیش نہیں کر سکتی۔

حیدرآباد کی حکومت کے خلاف آریا سماج نے تحریک شروع کی اور آریا سماج کے جتھے شہر حیدرآباد آکر ستیہ گرہ کرتے اور گرفتار ہوتے تھے۔

محمد بہادر خاں خاکسار تحریک سے بھی وابستہ رہے۔ اس تحریک میں ڈسپلن کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ انھیں مجلس کے ایک اجلاس میں تقریر کرنی تھی۔ مگر خاکساروں کے اجتماع میں دیر سے پہنچنے کی وجہ سے خاکساروں نے بطور سزا انھیں گرفتار کر لیا۔ مجلس کے جلسے میں وہ اس حالت میں پہنچے کہ ان کی دونوں جانب دو خاکسار سپاہی انھیں گرفتار کئے ہوئے تھے۔

۱۹۳۸ء کے لگ بھگ حیدرآباد کے ایک فرقہ وارانہ

فساد میں دو نوجوان پٹھان لڑکوں کو جن سے بہادر یار جنگ کی دور کی رشتہ داری تھی، قتل کر دیا گیا۔ مسلمان جلوس کی شکل میں نکل پڑے۔ حیدرآباد کے لئے یہ ایک نازک لمحہ تھا۔ اس سے قبل حیدرآباد میں کبھی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا تھا۔ دوکانیں بند ہوگئیں، حکومت پریشان تھی۔ بہادر یار جنگ نے اس مجمع کو آدھے راستے میں جا لیا اور دو گھنٹے تقریر کی۔ بالآخر جلوس کو منتشر اور واپس کر دیا۔ جو کام پولیس کے دستے نہ کر سکے تھے، بہادر یار جنگ کی خطابت نے کیا۔

بہادر یار جنگ کا دائرۂ عمل وسیع سے وسیع تر ہونے لگا۔ اور اب ممالکِ محروسہ تک محدود نہ رہا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ دکن کے مسلمان دوسرے مسلمانوں سے علیحدہ نہیں رہ سکتے۔ مشترکہ ملی تنظیم سے وابستگی ضروری ہے۔ بہادر یار جنگ تمام ہندوستان میں تیزی سے اُبھرتے ہوئے قائد کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ مسلم لیگ کے زعماء میں ان کا شمار ہونے لگا۔ اسی زمانے میں جب قائدِ اعظم نے حیدرآباد کا سفر کیا تو ان کا نہایت شاندار استقبال ہوا۔ بہادر یار جنگ، قائدِ اعظم کے سچے پرستار تھے قائدِ اعظم بھی انھیں اپنا دستِ راست سمجھتے تھے۔

اب حیدرآباد کے اربابِ اقتدار کو تشویش ہوئی۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے فرمان جاری کیا کہ خطاب یافتہ جاگیرداروں کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ سیاست میں حصہ لیں تو

بہادر یار جنگ نے "خفائے تو بہ لقائے تو" کے م
اپنا خطاب اور جاگیرات ۲۳ مارچ ۴۴ء ۱۹
بطورِ نذر بارگاہِ خسروی میں پیش کر دئے۔ اعلیٰ
حضور نظام نے اسی دن فرمان جاری کیا لیکن
کو نہ تو شریکِ خالصہ کیا گیا اور نہ ہی معاش
دوسرے حصہ داروں کے نام بحال کیا بلکہ ان
انتقال کے بعد ان کے حصے کی جمع شدہ رقم ادا
قرضہ جات کے لئے سالماً بیوہ کو دلائی گئی

اس زمانے میں حکومت کا یہ تاثر تھا کہ بہ
یار جنگ کی جادو بیانی اُس کے لئے خطرناک
ہے تو اُن کی زبان بندی کی گئی۔

زبان بندی کے دوران میں دلچسپ وا
پیش آئے۔ ایک ریلوے اسٹیشن پر بہادر یار ج
کی آمد کا پتہ چلا تو عوام نے بعد نمازِ جمعہ تقریر کے
اصرار کیا۔ بہادر یار جنگ نے مجمع سے مخاطب
کہا "حضرات میری زبان بندی ہے لیکن اگر مجھے
اجازت ہوتی تو میں یہ کہتا کہ ......" اس
ایک گھنٹے سے زائد خطاب کرتے رہے اور
سے یہ عذر کرتے کہ ان کی زبان بندی ہے جب
حربے کارگر نہ ہوئے تو حکومت نے ان سے
کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ ثابت قدم
ایک بار عہدے کی پیش کش ہوئی تو کہا:
"مجھے کرسیٔ وزارت پر بیٹھ کر امو
مملکت پر غور کرنے کے لئے نہیں بلکہ
کوچہ و بازار بن کر قلوب کی دنیا

طوفان برپا کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔"

مگر افسوس کہ زیادہ دن تک یہ طوفان برپا نہ کرسکے۔ ۲۵ جون ۱۹۴۴ء کو وہ اپنے ایک قدیم دوست جسٹس ہاشم علی خاں کے ہاں ڈنر کے لئے گئے تھے۔ کھانے میں ابھی دیر تھی، وقت گزاری کے لئے حقہ منگوایا گیا۔ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اور سکندر علی وجد سے اقبال کے اس شعر:

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

سے متعلق اپنے تاثرات بیان کررہے تھے کہ حقے کے پہلے ہی کش کے ساتھ ایک ہچکی آئی اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

قائدِ ملت عمر بھر تفسیرِ قرآن اور سیرتِ نبویؐ کے طالب علم رہے۔ ان موضوعات پر ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ اقبال کے کلام کے دلدادہ تھے۔ فجر کی نماز کے بعد تفسیر اور بیت الامت میں ہفتہ وار درسِ اقبال کا باقاعدہ اہتمام تھا۔

قائدِ ملت کو عوام کا بے پناہ پیار ملا۔ کوئی اور ہوتا تو بہک جاتا لیکن انھوں نے کبھی خوشامد کو روا نہ رکھا۔ البتہ عوام کے دئے ہوئے خطاب قائدِ ملت کو سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر قبول کیا۔

اکبر یار جنگ کی صدارت میں مجلسِ اتحاد المسلمین کا جلسۂ عام منعقد تھا۔ لاکھوں افراد کا مجمع بہادر یار جنگ کی تقریر کا منتظر تھا۔ ایک نوجوان شاعر نے اپنے قائد کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ اس نے صرف دو شعر سنائے تھے کہ بہادر یار جنگ نے صدرِ جلسہ سے درخواست کی کہ شاعر کو نظم پڑھنے سے روک دیا جائے اور ہچکیوں کے درمیان حدیثِ نبویؐ کا واسطہ دیا کہ "مومن کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اس کو ہلاک کرنے کے برابر ہے۔"

جناب مختار مسعود نے بہادر یار جنگ کی بصیرت کی چند مثالیں دی ہیں۔

۱۹۳۱ء میں کہا کہ یہودیوں کو اب فلسطین سے نکالنا اتنا آسان نہیں رہا جتنا عربوں نے سمجھ رکھا ہے۔ سقوطِ حیدرآباد سے دس برس پہلے اعلان کیا کہ دو سو برس کے حاکم ازلی و ابدی غلام بن جائیں گے۔ علامہ مشرقی کو قریب سے دیکھا تو انھیں لکھا کہ خاکسار تحریک کے بنیادی اصولوں سے کامل اتفاق کے باوجود مجھے اس پر اعتماد نہیں رہا۔ مسلم لیگ کے بیشتر عہدہ داروں کے بارے میں یہ رائے تھی کہ وہ اس ملتِ نا مسلماں کے قائل ہیں جسے دعوئے اسلام ہو۔ پاکستان کے تعلق سے کہا کہ پاکستان بنانا اتنا مشکل نہیں جتنا پاکستان کو پاکستان بنانا مشکل ہوگا۔

بہادر یار جنگ ملتِ اسلامیہ کے مفاد کی خاطر ساری دنیا سے اختلاف کرسکتے تھے لیکن شخصی طور پر کسی کے دشمن نہ تھے۔ عبدالرحمٰن رئیس مدیر روزنامہ "وقت" حیدرآباد کے بموجب بیرسٹر اکبر علی خاں سے جو ابتدا ہی سے قوم پرست رہے، شخصی دوستی تھی لیکن مسلک کا اختلاف تھا۔ بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ بیرسٹر صاحب سے نہ ملیں۔ نواب صاحب فرماتے قومی معاملات میں اختلاف کا جہاں تک تعلق ہے میں بھی اتنا

ہی نہ ہوں جتنے کہ تم ہو لیکن میں ایک دوست کے گھر چائے پیتا ہوں تو بُرا کیا ہے۔ جب قومی مسائل میں اختلاف آتا تو فرماتے وہ ہزار دوست سہی لیکن میں یہاں دوستی اُن سے نہیں کر سکتا۔

نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ فرقۂ مہدویہ سے تعلق تھا لیکن اسلام کے تمام فرقوں کے ماننے والوں سے نہایت رواداری کا برتاؤ کرتے۔ مہدوی حضرات اہلِ سنت جماعت کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے، بہادر یار جنگ نے اس کی ابتدا کی۔ غیر مسلموں سے بھی روادارا سلوک کرتے اور وسعتِ قلب کا مظاہرہ کرتے۔

مسز سروجنی نائیڈو کو ماں کہہ کر پکارا...... جب ڈاکٹر لطیف سعید نے ان سے کہا کہ آپ نے اپنی خدمت کے دائرے کو صرف ایک گوشے تک کیوں محدود کر دیا ہے، آگے بڑھو اور ہندوستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کے قائد بنو۔ اس پر نواب صاحب نے کہا ابھی مسلمان پیچھے ہیں، میں ان کو تھوڑا اور منظم کر لوں تو پھر ہندو اور مسلمانوں دونوں کے لئے کام کروں گا۔ بہادر یار جنگ کی تقاریر شاہکار تھیں۔ جنھوں نے ان تقاریر کو سنا ہے وہی ان کی عظیم خطابت کا پورا اندازہ کر سکتے ہیں۔ افسوس کہ تمام تقاریر کو محفوظ نہ کیا جا سکا۔ جناب مختار مسعود نے اپنی فکر انگیز کتاب "آوازِ دوست" میں لکھا ہے کہ بہادر یار جنگ کی صرف دو چار تقاریر محفوظ ہیں لیکن جناب نذیر الدین احمد جنھوں نے آثارِ بہادر یار جنگ پر قابل قدر کام کیا ہے اور سید احمد قادری کی کوششوں سے ان کی اہم تقاریر کے اہم اقتباسات محفوظ ہو چکے ہیں۔

# جانبازِ ملت

## کا

## ایک بند

(قائدِ ملت نواب بہادر یار جنگ کی اچانک رحلت پر)

اے بہادر یار جنگ اے قائدِ روشن ضمیر
صاحبِ الہام، دربارِ رسالت کے سفیر!
اے امیرِ کارواں، اے تاجدارِ حریت
تجھ سے قائم تھی جہاں میں رفعتِ انسانیت
اے شہنشاہِ خطابت، نازشِ اردو زباں
کس قدر نازاں تھی تجھ پر ما درِ ہندوستاں
دردمندوں کا، غریبوں، مفلسوں کا غمگسار
سلطنت کا پاسباں، شاہِ دکن کا جاں نثار
اے امیر پاک بیں، درویش دل جاگیردار
خدمتِ مخلوق اور ایثار تھا تیرا شعار
تو غریبوں میں غریب اور تھا امیروں میں امیر
حق پرستی پر سدا قائم رہا تیرا ضمیر
تیرے حسنِ خلق کی تاثیر عالم گیر ہے
آج دل میں ہر مسلماں کے تیری تصویر ہے

بشیر النساء بیگم بشیر
۱۹۴۴ء